اسلامی ادب کی ترویج و اشاعت میں سنبھل کی خدمات

ڈاکٹر سید کلیم اصغر

شعبہ فارسی، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

یہ تاریخی شہر دارالسلطنت دہلی سے ۱۶۵ کلومیٹر دور مشرق میں، اور مرادآباد شہر سے ۳۵ کلومیٹر جنوب میں واقع ہے اور زمانے قدیم ہی سے علم ودانش کا مرکز رہا ہے۔ یہ شہر چھتیس پورہ، باون سرائے اور ستائیس محلوں کو اپنے دامن میں سمونے کے ساتھ ساتھ آثار قدیمہ کے لحاظ سے اپنی ایک الگ شناخت کا حامل ہے۔ طوطا مینا کی قبر، چکی کا پاٹ اور قلعہ یہاں کے تاریخی آثاروں میں ہیں سنبھل مذہبی اعتبار سے برادران ہنود کا ایک متبرک مقام رہا ہے ۔ ان کے عقیدے کے مطابق کلکی اوتار کا ظہور یہیں ہوگا اور برادران اسلام کے مطابق سید شاہ مدار اور سید سالار مسعود غازی سے اس شہر کو کچھ خاص نسبتیں ہیں۔ پرتھوری راج چوہان کے دور حکومت میں سنبھل کو دارالسلطنت ہونے کا فخر حاصل رہا اور سلاطین کے زمانے میں بھی اسے مرکزی حیثیت حاصل رہی۔

یوں تو سنبھل کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ ایک روایت کے مطابق زمانۂ قدیم میں یہ شہر سنبھلا گرام کے نام سے جانا جاتا تھا۔ جو ست یگ میں ''بات'' دو اُپر یگ میں ''بیگل'' تر تیا یگ میں ''مہد گری'' کل یگ (جو کہ موجودہ یگ ہے۔) سنبھل کے نام سے پہچانا جاتا ہے لیکن تاریخ کی ورق گردانی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنبھل پرتھوی راج چوہان کے نانا راجہ ہجات کے عہد میں آباد ہوا تھا۔ ڈاکٹر سعادت علی صدیقی کے مطابق :

'' سنبھلا گرام وید میں لکھا ہے کہ جب راجہ ہجات، کوڑھ کے موذی مرض میں مبتلا ہوا تو اس علاقہ میں آکر غسل کیا اور صحت یاب ہوگیا اس وقت اس کی حیثیت بیابان کی سی تھی۔ راجہ نے واقف کار پنڈتوں سے اس خطے کا نام پوچھا تو انہوں نے جواب دیا سنبھلا گرام راجہ ہجات نے جو سرتھل کا باشندہ تھا، اسے بسانے کا فیصلہ کیا اور یہاں ایک قلعہ کی تعمیر کی۔ (۱)

جہاں تک سنبھل میں اسلامی آبادی کا تعلق ہے تو بقول مصنف تاریخ سنبھل ۵۳۴ھ میں

با قاعدہ اسلامی آبادی ہوئی۔ اس ضمن میں یہ واقعہ نقل کیا ہے:

''راجہ پرتھوی راج جو عیش پرست تھا۔ اس کا لڑکا سید پچاسہ کی لڑکی پر فریفتہ ہوکر اپنے محل سرائے میں زبردستی داخل کرنا چاہتا تھا۔ خود داری اور دینی حمیت اس کو ہرگز برداشت نہیں کرسکتی تھی۔ حق تعالیٰ نے سید سالار مسعود غازی، محمود غزنوی کے بھانجہ کو جبر و تعدی کو فرو کرنے کے لئے منتخب کیا۔ موصوف نے محض انسانی ہمدردی کے سبب راجہ سے جنگ کی سید سالار مسعود کو فتح ہوئی تب سرزمین سنبھل پر اسلامی پرچم لہرایا۔ ۴۲۵ھ میں با قاعدہ اسلامی آبادی ہوئی۔ انفرادی طور پر مسلمان پہلے سے تھے جیسا کہ خود سید پچاسہ اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھے۔'' (۲)

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس تاریخی اور ادبی شہر نے بڑی بڑی ہستیوں کو اپنے دامن رحمت سے فیضیاب کیا، اس سرزمین پر بڑے بڑے علما، شعرا اور ادباء نے پرورش پاکر ساری دنیا کو اپنے فیض کرم سے نوازا۔ اسی سلسلے کی ایک کڑی کا نام شیخ حاتم تھا آج سنبھل میں جو محلّہ حاتم سرائے ہے انہیں کے نام سے منسوب ہے۔ اپنے زمانے کے جید عالم ہونے کی بنا پر آپ نے ایک مدرسہ قائم کیا جو علم و دانش کا اہم ترین مرکز تھا کہ جس میں دور دراز سے لوگ آ کر تعلیم حاصل کرتے تھے خلاصہ ''ایوان مقتل'' کے مصنف کے مطابق:

''حاتم سرائے میں بہ عہد سلاطین، ہمایوں، شیر شاہ، جلال الدین اکبر، جہانگیر صاحب قران، ایک عظیم الشان دارالعلوم تھا۔ جس میں دور دراز کے طلبہ علوم وفنون حاصل کرنے آتے تھے۔ یہ مدرسہ کئی صدیوں تک سرچشمہ علوم وفنون بنا رہا۔ ابوالفضل، عبدالقادر بدایونی، منشی عبدالرحمٰن اعظم پوری، شیخ عثمان، شاہ کامل، شیخ حمید الدین مفسر سنبھلی اسی دارالعلوم سے فیضیاب ہوئے۔'' (۳)

اس وقت بھی سنبھل اسلامی علوم کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اس ذیل میں لاتعداد مدرسوں کی فہرست موجود ہے لیکن پانچ بڑے اور مشہور مدرسوں میں سنبھل کے علاوہ بھی دور دور سے تشنگان علوم اسلامی سیراب ہونے کو آتے ہیں۔

ہمایوں کے زمانے سنبھل فارسی ادب کا مرکز بن چکا تھا۔ اس سرزمین نے فارسی کے شاعر اور ادیب پیدا کئے جن میں میر حسین دوست حسینی سنبھلی صاحب تذکرہ حسینی اور سید کمال سنبھلی صاحب تاریخ اسراریہ کے نام سرفہرست ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی میں دیگر مواضعات کی طرح سنبھل بھی انگریزوں کی دست درازی کا مرکز بنا اور یہاں تک کہ مدرسوں اور

نجی لائبریریوں کو برباد کردیا گیا جو کچھ بچا رہا اسے ۱۹۴۷ء کے بٹوارے نے نیست و نابود کردیا لہذا،اب یہاں قدیمی نسخوں کو تلاش کرنا بے معنی رہ گیا۔ ہندوستان میں فارسی کے زوال کے ساتھ ساتھ اس زبان کی قائم مقام اردو زبان کے عروج کی کہانی شروع ہوئی اردو شاعری کے مشہور و معروف دبستان، دبستان داغ کی بنیاد بھی یہاں باغ سنبھلی نے ڈالی جن کے شاگرد خاص معجز سنبھلی نے اس دبستان میں چار چاند لگائے۔ آج سنبھل میں ان کے شاگردوں کی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔آپ ۱۹۱۰ء کو سنبھل کے محلّہ نوریوں سرائے میں پیدا ہوئے۔معجز سنبھلی مرثیہ، سلام، نوحوں کی بنا پر دنیا میں مشہور ہوئے گوکہ ان کی قومی نظمیں اور غزلیں بھی منظر عام پر آچکی تھیں ۔معجز سنبھلی پر ڈاکٹر طاہر رزاقی نے Ph. D. کی سند ان ہی کی حیات میں حاصل کی۔معجز صاحب کا کلام عام فہم، اسلامی روایات کا پاسدار،اورقرآن ، احادیث اور نہج البلاغہ کی تلمیحات پر ہے۔ ان کے نوحے برصغیر میں اشک ریزی کی علامت ہیں ۔مثال میں ان کے ایک نوحے اور، ایک سلام سے چند اشعارتحریر کیے جاتے ہیں:

دیکھ لو اٹھ کے حیدر کی پیاری چلی　　خاتم انبیا کی دلاری چلی
لٹ کے جنگل سے باد بہاری چلی　　بولو شبیر یہ غم کی ماری چلی
کربلا سے بہن کی سواری چلی

جارہی ہوں وطن کی اجازت ملی　　غم یہی ہے کہ تم کو نہ تربت ملی
بیٹھ کر روؤں اتنی نہ فرصت ملی　　بولو شبیر یہ غم کی ماری چلی
کربلا سے بہن کی سورای چلی(۴)

یہ کون کہتا ہے شبیرؑ جنگ ہار گئے　　رخ حیات کے گیسو وہی سنوار گئے
جو لوگ آئے تھے لاکھوں کو لیکے میداں میں　　وہ چار حرفوں کے انکار ہی سے ہار گئے
ہماری بزم عزا میں خلوص نیت سے　　جو ایک بار گئے ہیں وہ بار بار گئے
وہ جن کے ذکر پہ پہرے لگائے جاتے تھے　　انہیں کے ذکر ہر اک شہر ہر دیار گئے
وہ ایک چلو جو عباس نے لیا پانی　　وہ ایک چلو بھی دریا کے منہ پہ مار گئے
وہ آبشار ہوں نہریں ہوں یا کہ دریا ہوں　　یہ سب کے سب میری تشنہ لبی سے ہار گئے
چراغ ایسے بہتر جلا گئے شبیرؑ　　ہوائے تند کے جھونکے بھی جن سے ہار گئے

رہے ہمیشہ جو قرآن و اہلبیت کے ساتھ — وہ لوگ اجر رسالت کا حق گزار گئے
ملے گا کوئی نہ میدان کربلا کے سوا — کہ طفل بھی رگ بیعت پہ تیر مار گئے
وہ کامیاب ہیں دونوں جہاں میں اے معجزؔ — جو عمر الفت شبیرؑ میں گزار گئے (۵)

معجزؔ سنبھلی کے اب تک چودہ شعری مجموعہ بالترتیب (۱) جذبات معجز (۲) افکار معجز (۳) غم عام (۴) موتی اور جواہر (۵) سفینہ آخرت (۶) تحفہ ربیع الاول (۷) صبح کربلا (۸) تصویر کربلا (۹) مصور کربلا (۱۰) معجز نما (۱۱) رہنمائے معجز (۱۲) آئینہ در آئینہ (۱۳) نظر کربلا (۱۴) تنویر کربلا شائع ہو چکے ہیں، انکے علاوہ ابھی کافی تعداد میں غیر مطبوعہ کلام آپ کے فرزند اکبر سید تہذیب الحیدر کے پاس موجود ہے کہ جو بہت ہی جلد کتابی شکل میں منظر عام پر آ جائے گا۔

یوں تو معجزؔ سنبھلی کے شاگردوں میں جنہوں نے ادب اسلامی بالخصوص کربلا سے متعلق قلم اٹھایا ہے ایک خاصی تعداد ہے لیکن آپ کے شاگردوں میں ایک نہایت ہی معتبر نام اقبال قاسم کیفیؔ سنبھلی کا ہے۔ کیفیؔ ۱۹۶۰ء میں سنبھل کے محلّہ نوریوں سرائے میں پیدا ہوئے۔ کیفیؔ کا نام ادبی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ معجز صاحب کے خاص شاگردوں میں ہونے کے علاوہ جانشینی کا بھی شرف رکھتے ہیں۔ کیفیؔ سنبھلی نے یوں تو شاعری کی ہر صنف میں طبع آزمائی کی، چاہے حمد یا نعت غزل کا میدان ہو یا نظم، لیکن آپ کا اصل موضوع کربلا ہے۔ اور اس سلسلے میں آپ نے نوحہ، سلام و بالخصوص مرثیے کافی تعداد میں لکھے۔ اور الحمد للہ روز بروز آپ کے مرثیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ نمونہ کے طور پر یہاں ایک سلام کے چند شعر اور دو مرثیوں سے ایک ایک بند پیش کیے جا رہے ہیں۔

فرش عزا بچھاؤ سب اپنے مکان میں — مولا بھی آنے والے ہیں ہندوستان میں
پوچھے تو کوئی قصہ فتح یزید سے — یہ کس کا نام گونج رہا ہے اذان میں
حرؑ آرہا ہے لشکر کفار چھوڑ کر — اک آفتاب اور بڑھا آسمان میں
گہوارے کے خلاف ہے ہر حرملہ مگر — ٹوٹا ہوا بھی تیر نہیں اب کمان میں
ہر دور میں علیؑ کے گھرانے کے طفل بھی — تیغوں سے بولتے ہیں لہو کی زبان میں
روکے تو کوئی خطبۂ سجاد کا سفر — تلواریں بھی ہیں تیر بھی سب ہیں کمان میں
گو خاک پر حسین کا لاشہ پڑا رہا — آیا نہ کوئی فرق مگر آن بان میں

کیفی جو ہے فرزدق و دعبل کا سلسلہ شامل ہوا ہوں میں بھی اسی خاندان میں(۶)

☆

تھی ملک و مال کی یہ لڑائی کہیں بھلا تھا دین اور کفر کا در اصل معرکہ
کہتے ہیں سارے لوگ جسے جنگ کربلا تھا امتحان یہ ابوطالب کے خون کا
اس جنگ میں جو فتح نہ ہوتی حسینؑ کی
صورت نہ تھی کوئی ابو طالب کے چین کی(۷)

☆

انساں کے لئے صبر ہے خالق کی عنایت انسان کے لئے صبر ہے سامان مسرت
انساں کے لئے صبر ہے گنجینۂ حکمت قرآن ہے کہیں صبر کہیں نہج بلاغت
پیغمبر دیں کو نہ اماموں، کو نہ ولی کو!
انکار نہیں صبر کی عظمت سے کسی کی(۸)

اب تک کیفی سنبھلی کا جو کلام کتابی شکل میں منظر عام پر آیا ہے ان میں نذر اہلبیت (قطعات) (۲) کربلا (مرثیہ) (۳) زرد موسم (غزلیات) (۴) اجر رسالت (سلام) (۵) مملکت صبر (مرثیہ) (۶) حرف پریشان (غزلیات) (۷) آب گریہ (سلام) ان کے علاوہ آپ کے وہ مراثی جو بہت جلد زیور طباعت سے آراستہ ہونے والے ہیں ان میں، معراج تشنگی، فاطمہ زہرا، بغض و حسد، اشرف المخلوق، للکار، کونو مع الصادقین، عزا خانہ، انس اور عرفان ذات شامل ہیں۔

سنبھل میں ادب اسلامی کو فروغ دینے والی دور حاضر کی شخصیات میں ایک نہایت ہی اہم نام ڈاکٹر نسیم الظفر نسیم کا ہے۔ یوں تو آپ کا تعلق سید نگلی کے باقری خاندان سے ہے لیکن سنبھل میں مستقل سکونت کے سبب آپ سنبھلی کہلاتے ہیں ۔ پیشہ سے آپ ڈاکٹر ہیں لیکن ڈاکٹری جیسے پیشے سے وابستہ رہنے کے بعد اپنے قلم اور زبان کے ذریعے خدمت دین انجام دیتے رہتے ہیں۔ آپ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپ قلم کے علاوہ تقریر کے ذریعہ بھی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ جب آپ تقریر کے میدان میں آتے ہیں تو اچھے اچھے خطیبوں کو پیچھے چھوڑ دیتے ہیں اور تحریری میدان میں نظم ہو یا نثر اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ وقتاً فوقتاً رسائل اور اخبارات میں آپ کے دینی و مذہبی مضامین اپنی صلاحیت کو لوہا منواتے ہیں۔ ڈاکٹر نسیم ایک ایسے پیشہ سے وابستہ ہیں کہ جس میں نہ رات کو سکون ہے

اور نہ دن میں آرام اسی وجہ سے آپ کے اندر اس شکل میں شاعری کے سلسلے میں مستقل مزاجی جیسی کہ ہونی چاہیۓ نہیں پائی جاتی۔نسیم الظفر نے شاعری کی تقریباً تمام اصناف سخن پر قلم اٹھایا اور ہر صنف میں کمال کر دکھایا۔ چاہے وہ غزل کا میدان ہو یا نعت، سلام ہو یا مرثیہ۔آپ کے مراثی اور سلام کے مجموعہ بہت ہی جلد قارئین کی خدمت میں پیش ہونے والے ہیں۔نمونے کے طور پر یہاں آپ کا ایک سلام نقل کیا جا رہا ہے۔

لے کے چلّو میں نم ہونٹ کرنے سے انکار ہم نے کیا — موج دریا تجھے تیرے ہی شہر میں خوار ہم نے کیا
ہو کے عباسؑ جس صبر و طاعت کا اظہار ہم نے کیا — تیرے لشکر نہیں ذہنیت پر تری وار ہم نے کیا
بھاگتے بھاگتے موت کی بھی جبیں پر عرق آ گیا — ہنستے ہنستے لہو کا سمندر جو اک پار ہم نے کیا
شہر در شہر قریہ بہ قریہ نکل آئے لاکھوں علم — کٹ گئے تھے جو بازو انہی کو علمدار ہم نے کیا
خوش تھے قاتل ہمیں اذن تیغ آزمائی ملا ہی نہیں — رن لرزنے لگے جب نگاہوں کو تلوار ہم نے کیا
اتنی ہمت بھی فوج عدو میں نہ تھی راستہ روک لے — جب ادا اک نہتے سپاہی کا کردار ہم نے کیا
جابران زمانہ ڈرانے ہمیں موت سے آئے تھے — ہم کو دیکھو کہ خود موت کو اپنا رہوار ہم نے کیا
نفسیات سن و سال حیرت سے منہ دیکھتی رہ گئی — گھٹنیوں چل کے شہ رگ پہ جب موت کی وار ہم نے کیا
تیغ و خنجر کی خاموش شرمندگی قابل دید تھی — اے نسیم اپنے آنسو کو جب جب بھی للکار ہم نے کیا(۹)

ڈاکٹر نسیم الظفر کے سلسلے میں ایک بات جو لائق تحریر ہے وہ یہ کہ شاعری کے میدان میں آپ نے کسی کو اپنا استاد نہیں بنایا ہاں معجز سنبھلی مرحوم سے قربت کے سبب لوگ آپ کو معجز صاحب کا شاگرد سمجھتے رہے۔لیکن خود معجز صاحب نے بارہا اس بات کا اعتراف کیا کہ وہ ان کے شاگرد نہیں ہیں۔

اب ہم دبستان داغ سے نکل کر ان قدیم و جدید شعرا کا مختصراً ذکر کریں گے جنھوں نے اسلامی ادب کے فروغ میں سنبھل کی ایک الگ شناخت کرائی۔اس سلسلے میں پہلا نام ملیح سنبھلی کا ہے آپ ۱۸۶۶ء میں سنبھلی کی مردم خیز بستی حسین خاں سرائے میں پیدا ہوئے۔آپ کا پورا نام سید احمد حسن اور ملیح تخلص ہے۔ملیح نے کل ۳۸ سال عمر پائی لیکن اس کم عمری میں آپ کو ہم عصر شعراء پر ہمیشہ سبقت رہی۔ملیح کو فارسی اور اردو دونوں زبانوں پر عبور حاصل تھا اور آپ کو غالب کی طرح اپنے اردو کلام سے زیادہ فارسی کلام پر فخر تھا۔ملیح نے تقریباً سبھی اصناف سخن میں اپنے جوہر دکھائے لیکن غزل اور سلام ان کی سب سے پسندیدہ اصناف سخن تھی۔آپ کا کلام مطبوعہ شکل میں تو موجود نہیں ہے

لیکن آپ نے متعدد قلمی بیاضیں یادگار چھوڑی ہیں۔ جن کی تلاش جاری ہے اور کسی حد تک کامیابی بھی نصیب ہوئی ہے۔ انشاء اللہ آپ کا کلام بہت جلد چھپ کر کتابخانوں کی زینت بننے والا ہے۔ نمونے کے طور پر چند شعر منقبت اور سلام کے پیش خدمت ہیں۔

نہ کیونکر ہم ہوں قربان محمدؐ　　بڑے ہیں ہم پہ احسان محمدؐ
ملائک ہیں ثنا خوان محمدؐ　　فلک ہے زیر دامان محمدؐ
بڑی ہے عرش سے شان محمدؐ
سراسر ہے وہ شان حق کا جلوہ　　اسے دیکھا تو گویا حق کو دیکھا
اسی کی لو میں دل جلتا ہے میرا　　چراغ ماہ ہے پروانہ جس کا
وہ ہے شمع شبستان محمدؐ

☆

پیاسا شہید جو ہوا امت کے واسطے　　وہ دختر رسول کا دل ہے جگر بھی ہے
اکبر کا حسن دیکھ کے کہتے تھے اہل شام　　شرمندہ اس کے سامنے شمس و قمر بھی ہے
میں تو گناہگار ہوں پر ہے خدا کریم　　بخشش کی گو امید ہے لیکن خطر بھی ہے
اکسیر سے سوا نہ ہو کیوں خاک کربلا　　چشم گناہ گار کو کحل البصر بھی ہے
غلفت کی نیند سو چکے اب تو اٹھو ملیح
دن کم رہا ہے کچھ تمہیں اس کی خبر بھی ہے(۱۰)

سنبھل کے قدیم شعراء میں ایک نام محفوظ سنبھلی کا ہے۔ آپ ۱۸۸۱ء میں محلّہ چودھری سرائے میں پیدا ہوئے۔ محفوظ سنبھلی نے تمام ہی اصناف سخن میں شعر کہے اور آپ کے دو دیوان بھی شائع ہوئے۔ اس کے علاوہ آپ کا ایک مجموعہ کارزار کربلا کے عنوان سے شائع ہوا اس مجموعہ میں شروع کے ۴۰ صفحات پر ''شاہکار حمد و نعت کے عنوان سے نعتیں اور بعد کے ۲۴ صفحات پر ''کارزار کربلا'' کے عنوان سے سلام پیش کے گئے ہیں۔'' کار زار کربلا'' میں ۲۸ سلام ایک نعت پاک اور چند قطعات شامل کئے گئے ہیں۔ محفوظ سنبھلی کے سلام کے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔ جس سے آپ کے استاد الشعراء ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

ظاہر ہوئی جہان پہ عظمت حسینؑ کی　　باطن میں یہ شکست ہے، نصرت حسینؑ کی

لے جائے گی بہشت میں الفت حسینؑ کی ہے جاگزین قلب محبت حسینؑ کی
محشر میں رنگ لائی رفاقت حسینؑ کی جنت ملی ہے حر کو بدولت حسینؑ کی
ذات خداے پاک ہی کو اس کا علم ہے اک راز خاص ہے یہ شہادت حسین کی(۱۱)

اسی سلسلے کی ایک کڑی ظفر سنبھلی ہیں آپ بھی محلّہ چودھری سرائے میں ۱۹۴۲ء میں پیدا ہوئے ۔ظفر سنبھلی نے بھی دیگر موضوعات کے ساتھ ساتھ خاص طور پر کربلا کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ یوں تو آپ کے دینی موضوعات پر کئی مجموعہ شائع ہوئے۔ مثلاً آفتاب اسلام، ثناے مصطفےٰ لیکن ایک مجموعہ ''غمخوار حسین'' کے عنوان سے ہے جو کہ ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے ۔ اس میں ۱۹ سلام، ۲ نوحے اور ایک قصیدہ امام مہدی آخر الزماں کی شان میں ہے۔ ظفر نے سلام اور نوحوں کے علاوہ مرثیے بھی کہے ہیں۔ آپ کو کربلا سے ایک قلبی لگاؤ تھا جس کا ثبوت آپ کے نوحوں سے ملتا ہے۔

قصہ کرب و بلا ہائے سناؤں کیسے
اک حقیقت کو میں افسانہ بناؤں کیسے
کس طرح لوٹے ہیں شبیر کے خیمے رن میں
کس طرح ظلم و ستم ڈھائے ہیں مظلوموں پر
کس طرح عظمتیں لوٹی گئیں ناموسوں کی
کس طرح کھینچی گئی انکے سروں سے چادر
ان گنت ظلموں کو آخر میں گناؤں کیسے
قصہ کرب و بلا ہائے سناؤں کیسے
حق کی آواز دبانے کے لئے باطل نے
اہل ایمان پہ برسائے تھے رن میں جب تیر
دیکھ کر اپنوں کی ڈوبی ہوئی خوں میں لاشیں
اتنا کہہ کہہ کے بہت روئے تھے دل میں شبیر
ہائے تنہائی لاشوں کو اٹھاؤں کیسے
قصہ کرب و بلا ہائے سناؤں کیسے(۱۲)

ظفر سنبھلی کا آخری مجموعہ شب عاشور کے عنوان سے قصائد اور مراثی پر مشتمل ہے جو

۲۰۰۸ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا۔

جلال افسر کا شمار بھی ان خوش نصیب شعراء میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے سنبھل میں ادب اسلامی کو فروغ دینے والی ہستیوں کی فہرست میں اپنا نام رقم کرایا آپ ۱۹۴۹ء میں سنبھل میں پیدا ہوئے۔ جلال افسر نے بھی شاعری کی دیگر اصناف کے ساتھ ساتھ سلام بھی لکھے اور آپ کا ایک مجموعہ سلام ''غم حسینؑ'' کے نام سے ۱۹۸۲ء میں شائع ہوا۔ بطور نمونہ یہاں آپ کا ایک سلام پیش ہے۔

کرب و بلا کو راحت جاں کر گئے حسین　ایثار سے زمیں کو زماں کر گئے حسین
ریگ رواں کو رشک جناں کر گئے حسین　سیراب کرکے دشت بہتر (۷۲) کے خون سے
رخصت کے وقت اتنا گراں کر گئے حسین　بیعت کا ان کے بعد نہ اٹھا کبھی سوال
قرباں جب اس کی راہ میں جاں کر گئے حسین　کیسے نہ ہوگا قرب خدا کا انہیں نصیب
پیدا دلوں میں عزم جواں کر گئے حسین　اسلام کی بقا و تحفظ کے واسطے
افسر یہ دو جہاں پہ عیاں کرگئے حسین (۱۳)　بے دیں کی پیروی میں نہ پل بھر جییں گے ہم

سنبھل کے قدیم شعراء کی فہرست میں ایک اہم نام بہار حسین بہار کا ہے۔ آپ محلّہ دیپا سرائے میں پیدا ہوئے۔ بہار نہایت ہی ذہین ہونے کے ساتھ ساتھ بے پناہ صلاحیتوں کے مالک تھے۔ آپ نے بھی جملہ اصناف سخن میں طبع آزمائی کی لیکن حمد، نعت اور سلام سے خاص لگاؤ تھا۔ بہار نے اردو کے علاوہ فارسی میں بھی شعر کہے۔ اس عظیم شاعر کے پانچ مجموعہ شائع ہوئے۔ جن میں ایک دیوان بہار حسین ۱۸۹۶ء دیوان بہار نعت ۱۹۰۵ء، بہار شہادت المعروف بہ روضۃ الشہداء ۱۳۱۶ھ، گلدستہ شہادت ۱۹۰۴ء اور بہار باغ اسلام ۱۹۰۵ء۔ پہلے مجموعہ میں اردو فارسی میں نعتیہ غزلیں، خمسے، ترجیع بند، منظومات، سلام، منقبت، رباعیات وغیرہ شامل ہیں۔ ''بہار شہادت'' اور گلدستہ شہادت میں اردو، فارسی نظم ونثر میں شہادت امام حسینؑ اور واقعات کربلا کا ذکر ہے اور بہار باغ اسلام میں پیغمبر اسلام کی حیات طیبہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ نمونہ کے لئے یہاں آپ کے چند شعر نقل کئے جا رہے ہیں۔

اے قلم لا الہ الا اللہ　اے رقم لا الہ الا اللہ
لشکر خاص دین برحق کا　ہے علم لا الہ الا اللہ
دم آخر دہن سے نکلے　دم بدم لا الہ الا اللہ
دونوں عالم بہار کہتے ہیں　ہو پیہم لا الہ الا اللہ

سنبھل کے شعراء میں ایک اور نام جو کے ممتاز عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین شاعر بھی تھے وہ ہیں مفتی عبدالسلام۔ آپ کا تعلق خانوادہ اسرائیلی سے ہے اس خاندان کی دینی خدمات سنبھل کے لئے ناقابل فراموش ہیں۔ آپ عربی، فارسی اردو تینوں زبانوں میں طبع آزمائی کرتے تھے۔ مفتی عبدالسلام کے دو مجموعہ بنام اصل النصائح ۱۳۰۵ھ اور مجمع بحرین ۱۳۱۰ء میں شائع ہوئے۔ ان دونوں مجموعہ میں میں حمد اور نعت کے بعد کچھ نصائح نظم کیے گئے ہیں۔ نمونہ کلام آپ کا یہ ہے۔

نہیں معبود کوئی جز خدا کل کا جو مولا ہے   تکبر اس کو لائق ہے تواضع سب کی زیبا ہے
بیاں امکاں سے باہر غیر سے اس کی صفت کا ہے   یہاں ہے عاجزی لازم یہ سب کی عجز کی جا ہے(۱۵)

ادب اسلامی کو فروغ دینے والے سنبھل کے علماء شعرا میں مولوی سراج الدین ابوذر وارثی کا نام بہت عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔ آپ نے نظم اور نثر دونوں میں اپنے والد ماجد مفتی عبدالسلام کی طرح خدمات دین انجام دیں۔ آپ کے اجداد مغلیہ سلطنت کے زمانے میں مفتی شہر کے منصب سے سرفراز ہوئے۔ مفتی ابوذر وارثی کو اردو اور فارسی دونوں زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ مفتی صاحب نے متعدد تصانیف چھوڑی تھیں مگر افسوس آج دستیاب نہیں ہیں۔ صرف ایک رسالہ کے علاوہ، تلاش بسیار کے بعد آپ کا کچھ غیر مطبوعہ کلام ہاتھ آیا، جو نمونہ کے طور پر پیش خدمت ہے۔

خدا ہے مصطفیٰؐ ہے مرتضیٰؑ ہے   کسی دیگر سے مجھ کو کام کیا ہے
خدا خلاق و رب العالمین ہے   شفیع روز محشر مصطفیٰؐ ہے
باذن داور بیچون سجان   علیؑ مرتضیٰؑ مشکل کشا ہے
سگ دنیا جو بھونکے بھونکنے دو   علی مرتضیٰؑ شیر خدا ہے
ائمہ یازدہ نور علیؑ ہیں   ہر اک ان میں سے میرا پیشوا ہے
جناب سیدۂ بنت پیمبرؐ   رضا جو اس کا دائم کبریا ہے
ابوذر چپ رہو دشمن بہت ہیں   عقیدہ صاف ظاہر برملا ہے(۱۶)

دور حاضر میں سنبھل میں ایسے ان گنت شعراء ہیں کہ ادب اسلامی کے فروغ میں اپنی زندگی کے قیمتی لمحات کو فریضہ دینی سمجھ کر انجام دے رہے ہیں ان خوش نصیب شعرا کی فہرست میں مراد حسین نقوی، نقوی سنبھلی، ڈاکٹر طاہر رزاقی جو رباعی کہنے میں خاص مہارت رکھتے ہیں۔ مشہور عروضی کو ڈاکٹر زار عامی کی شاگردی کا شرف حاصل ہے، حسین افسر، شمشیر سنبھلی، طلعت سنبھلی، سلمان

نبی، پیکر سنبھلی، امیر امام روفی اور تصویر سنبھلی وغیرہ کے نام فخر کے ساتھ لئے جاسکتے ہیں۔ ان شعراء میں سے بعض کے مجموعہ کلام چھپ چکے ہیں اور کچھ شعراء کے مجموعہ کلام بہت جلد چھپنے والے ہیں۔

نظم کے علاوہ نثر کے میدان میں بھی سنبھل اپنا ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ یہاں ہم مختصراً ان نثری کتابوں کا ذکر کریں گے جو فقط اسلامی ادب سے متعلق ہیں۔ اس سلسلے میں محمد اجمل شاہ اجمل کا نام سرفہرست ہے۔ آپ ایک جید عالم ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین شاعر بھی تھے آپ کا ایک مجموعہ ریاض الشہدا کے نام سے ۱۹۳۳ء میں شائع ہوا جس میں واقعات کربلا کو نظم میں بیان کیا گیا ہے۔ نثر میں آپ کی متعدد کتابیں ہیں۔ جن میں ردّ سیف یمانی، ۱۹۳۲ء فوٹو کا جواز ۱۹۵۰ء، مذہب اسلام ۱۹۵۰ء اور فیصلہ حق و باطل ۱۹۴۰ء قابل ذکر ہیں۔

محمود اسرائیلی نے بھی ادب اسلامی پر قلم اٹھاتے ہوئے۔ پیغام اسلام ۱۹۲۶ء اور چہل حدیث ۱۹۴۶ء میں شائع کی۔

مولانا اسعد اسرائیلی کے ذریعہ ''دین اور دعوت'' اور شبہات حقائق لکھی گئی۔ سرزمین سنبھل ہی پر مولانا اسعد قاسمی کے ذریعہ امام مہدی لکھی گئی۔

مولانا منظور نعمانی نے متعدد کتابیں اسلامی موضوعات پر تصنیف کیں جن میں سے بعض کتابوں کے نام تحریر کیے جا رہے ہیں پیغام اسلام ۱۹۷۱ء اسلام کیا ہے؟ ۱۹۸۲ء، دین و شریعت ۱۹۹۵ء۔ مسئلہ حیات نبی کی حقیقت ۱۹۸۷ء عقیدہ علم غیب ۱۹۹۷ء۔

ان کے علاوہ مفتی اشفاق حسین نعیمی نے اختیارات و شفاعت نبویؐ شائع کرکے سنبھل کے اسلامی سرمایہ میں گرانقدر اضافہ کیا۔

اس مختصر مضمون کو پایہ تکمیل تک پہونچانے سے قبل میں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ سنبھل میں تفسیر کے موضوع پر بھی خاصہ کام ہوا ہے لیکن نہایت فخر کی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کی پہلی تفسیر اُردو زبان میں، ''تفسیر مرادیہ'' کے نام سے شاہ مراداللہ انصار کے ذریعہ اس سرزمین پر ہی لکھی گئی اور یہ تفسیر (۲۴ محرم ۱۱۸۵ھ ۱۷۷۱ء) کو مکمل ہوئی۔ اس تفسیر کا نام ''خدائی نعمت'' مقرر ہوا کیونکہ خدا کی نعمت سے تکمیل تفسیر کے عدد نکلتے ہیں۔

مآخذ:

۱۔ چند ممتاز شعرائے سنبھل، ڈاکٹر سعادت علی صدیقی تنویر پریس امین آباد، لکھنؤ ۱۹۸۴ء ص ۱۵

۲۔ تاریخ سنبھل، مولانا عبد المعید، ناشر مکتبہ طیبہ سنبھل ۲۰۰۲ء ص ۵۹
۳۔ خلاصہ ایوان مقتل مؤلف منشی سید عبد الصمد مرحوم، مطبوعہ ۱۹۶۶ء ص ۲۷
۴۔ صبح کربلا، معجز سنبھلی، ناشر مراد نقوی، سنبھل ۱۹۷۶ء ص ۱۹
۵۔ تنویر کربلا، معجز سنبھلی، مرتبین ڈاکٹر نسیم الظفر - کیفی سنبھلی، سنبھل ۲۰۰۵ء ص ۹۶-۹۷
۶۔ آب گریہ، کیفی سنبھلی، سنبھل ۲۰۰۷ء ص ۷۷، ۷۸
۷۔ کربلا، کیفی سنبھلی، سنبھلی ۱۹۹۳ء ص ۲۷
۸۔ مملکت صبر، کیفی سنبھلی، سنبھل ۱۹۹۷ء ص ۸
۹۔ غیر مطبوعہ ڈاکٹر نسیم الظفر کی شخصی بیاض سے
۱۰۔ چند ممتاز شعرائے سنبھل، ڈاکٹر سعادت علی صدیقی، تنویر پریس امین آباد لکھنؤ ۱۹۸۲ء ص ۱۷۱ سے ۱۷۵
۱۱۔ بیسویں صدی میں سنبھل کی ادبی خدمات، عزیز اللہ، پی۔ ایچ ڈی مقالہ ۲۰۰۷ء ص ۱۷۹
۱۲۔ ایضاً ص ۱۸۳
۱۳۔ غم حسین، جلال افسر ناشر انجمن فیضان ادب ۱۹۸۳ء ص ۱۲
۱۴۔ ادبی تنویریں، ڈاکٹر سعادت علی صدیقی مرتبہ سلمٰی خاتون، نامی پریس لکھنؤ ۱۹۹۶ء ص ۱۳۲ - ۱۳۳
۱۵۔ ایضاً ص ۱۸۶
۱۶۔ ایضاً ص ۲۰۶

معارفی کتاب